

بندھائی اور کہا: اللہ سے اجر کی امید پر صبر کریں۔ میرے دادا جی بہت صابر اور اللہ والے تھے۔ تھوڑی ہی دیر میں میری پھوپھیوں کو بھی معلوم ہو گیا، ان کے گھر بھی قریب ہی تھے۔ میری ایک پھوپھی آئیں اور کمرے میں جانے لگیں جہاں ابو کی میت رکھی تھی۔ ان کے ساتھ ہی میں بھی جلدی سے چلی گئی، کسی روکنے والے کو میرا پتا ہی نہیں چلا۔ میں نے ابو کے چہرے سے چادر ہٹائی۔ اللہ کی قسم! جب تک میں زندہ ہوں ابو کا وہ مسکراتا ہوا چہرہ نہیں بھلا پاؤں گی۔ ایک پرسکون میٹھی سی مسکراہٹ لیے ہوئوں میں ابو کے چکتے ہوئے دانت نظر آ رہے تھے۔ میں نے انھیں دیکھا تو بالکل یقین ہی نہیں آیا کہ وہ دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ میری ایک سیلی نے جب مجھ سے تعزیت کرتے ہوئے کہا کہ تمہارے ابو فوت ہو چکے ہیں تو میں نے اسے کہا: نہیں وہ فوت نہیں ہوئے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح اللہ کے پاس چلے گئے ہیں لیکن جلد واپس آ جائیں گے۔ میں نے خود ان کا چہرہ دیکھا ہے وہ فوت نہیں ہوئے۔

پھر میرے دادا نے ابو کو شسل دیا۔ انھیں کفن پہنایا۔ گورکن تابوت لے آیا اور ابو کی میت اس میں رکھ دی گئی۔ میرے دادا فوجیوں سے مخاطب ہوئے اور کہا: ”میرے ساتھ میرے بیٹے کا جنازہ تو انھوں وہ تو جواب دیا“ ”ہمیں آڑ نہیں ہے۔“ وقارا بھی چلا انھیں: ”جنازہ تو انھائیں کندھا کون دے گا؟“ لیکن وہ نہیں مانے اس پر میری دادی جان انھیں اور کہا: ”اپنے بیٹے کا جنازہ میں خود انھاؤں گی۔“ وہ تابوت کی طرف بڑھیں تو انہوں سے تعلق رکھنے والی چند خواتین جو اس وقت اندر آئے میں کامیاب ہو گئی تھیں وہ بھی آگے بڑھیں اور اس دہشت کے عالم میں خواتین نے امام حسن البنا شہید کا جنازہ انھیا۔

ابو کی وفات کے ۱۰ اسال بعد دادا اللہ کو پیارے ہوئے تو انھیں ابو کے پہلو میں دفن کرنے کے لیے لے جایا گیا۔ اس وقت ابو کی قبر کھولی گئی تو ایک حرث ناک منظر تھا کہ ۱۰ اسال بعد بھی ابو کا تابوت اسی طرح صحیح سالم تھا۔ میت کے چہرے کے اوپر جوشیش لگا ہوتا ہے اس میں سے

۱۔ مصر میں قبریں اس انداز سے بنائی جاتی ہیں کہ زیر میں چھت بنا کر اس کے نیچے تابوت رکھ دیے جاتے ہیں۔ تاہم، قبر اندر سے کچی ہی رہتی ہے۔ بعض اوقات ایک ہی جگہ ایک سے زیادہ تابوت رکھے جاتے ہیں۔ اہرامات مصر میں بھی سیلی روایت اپنائی گئی تھی۔

نظر آیا کہ صرف تابوت ہی محفوظ نہیں بلکہ چہرے سے کنٹ کھلا ہوا تھا اور ابو کا چہرہ بالکل صحیح سالم تھا۔ اسی طرح آنکھیں موند رکھی تھیں۔ داڑھی کے بالوں کی جگہ کچھ نشان تھے۔ یہ اب سے تقریباً اسال پہلے کا واقعہ ہے۔

○ امام کی شہادت کے بعد آپ کی والدہ مرحومہ کی ذمہ داریوں میں اضافہ ہو گیا ہوگا؟

● میرے بھائی سیف نے ہمارا اور امی کا بہت خیال رکھا۔ کم سنی کے باوجود انہوں نے جان لیا کہ اب گھر کی صورت حال مخصوص نوعیت کی ہے۔ ابوکی شہادت کے بعد بھی ۲۲ گھنٹے ہماری گمراہی جاری رہی۔ اور تو اور ان کی قبر کی بھی گمراہی کی جاتی تھی، جو وہاں دعا کے لیے جاتا گرفتار کر لیا جاتا۔ میری والدہ مرحومہ بہت مضبوط اعصاب کی مالک تھیں۔ انہوں نے ہمیں گھر میں ہی رکھا۔ کھلنے کے لیے بھی دوسرے بچے ہمارے گھر میں آ جاتے، ہم باہر نہیں جاتے تھے۔ ہم نے یہ وقت خوب مطلعی میں گزارا۔ ابوکی لاہبری ی سے بھرپور استفادہ کیا۔ میں اس وقت تک سوتی نہیں تھی جب تک ابوکی لاہبری ی سے لی ہوئی کتاب مکمل نہ کر لیتی۔



## ہر ماہ کا ترجمان القرآن

[www.tarjumanulquran.org](http://www.tarjumanulquran.org)

پرکسی اداگی کے بغیر ساری دنیا میں کسی بھی جگہ دیکھا جا سکتا ہے۔ گذشتہ شمارے بھی موجود ہوتے ہیں۔ ضرور دیکھیے، احباب کو توجہ بلا یعنی رامے اور مشورے سے آگاہ کیجیے

(ادارہ)

# حسن البناء، اخوان اور مغربی مفکرین

پروفیسر ڈاکٹر انیس احمد °

۲۰ ویں صدی، مغربی مفکرین کی تحریرات میں عموماً سیاسی اسلام کی صدی قرار دی جاتی ہے۔ اسلام نے اس صدی میں مسلم امت کو نہ صرف مغربی سامراج کی غلائی سے نکلنے میں قوت حمکر کر فراہم کی، بلکہ دنیا کے نقشے پر اس صدی میں وہ تحریکات اسلامی ابھریں جن کا مشترکہ ہدف اور مقصد ایک صالح اخلاقی معاشرے اور نظام حکم کا قیام تھا۔ ان تحریکات نے روایتی اسلامی تعبیر سے ہٹ کر اپنا پارہ شستہ براہ راست قرآن و سنت سے جوڑتے ہوئے دین کی حرکی تعبیر اپنے ادب، تنظیم اور نظام تربیت کے ذریعے امت مسلمہ کے سامنے رکھی۔ امت مسلمہ نے جو اپنے سیاسی، معاشری، معاشرتی، نفیاتی زوال کی چیزوں کو محسوس کر رہی تھی اور جس کے دیکھتے ہی دیکھتے مغربی سامراج کے زیبڑا اس کے اتحاد کی علامتی خلافت کی جگہ مغربی لادینی نظام کو راجح کر دیا گیا تھا۔ وہ امت جو الجزار سے اٹڑو نیشاں تک کہیں فرانسیسی، کہیں پرچکالی، کہیں اطاallovi اور کہیں انگریزی سامراج کی غلائی میں جکڑی ہوئی تھی۔ امت نے اس صالح مقصد کے حصول کے لیے نئی فکر اور تعبیر پر الجزار سے اٹڑو نیشاں تک استقبال کیا۔ مختلف ناموں اور عنوانات سے اٹھنے والی اس تحریک نے امت کے سنجیدہ، تعلیم یافتہ نوجوانوں کو جو امت مسلمہ کے مستقبل کے بارے میں فکر مند تھے، امید کی ایک کرن دکھائی اور یوں لوگ ساتھ آتے گئے اور قافلہ بنتا گیا۔

---

° وائس چانسلر قاہ ائمہ نیشنل یونیورسٹی، اسلام آباد

اس تناظر میں امام البدنا نے اپنی تحریک اصلاح کا آغاز کیا۔ ان کی حیات، تحریک کے تاریخی ارتقا، اشاعت فلکر، اداروں کے قیام، سیاسی اتارچہ ہاؤ، مختلف عناصر کے ساتھ اتحاد اور تکرار اور ایک لمحے کے لیے نظر انداز کرتے ہوئے، اس مقالے میں ہمارا مقصد صرف یہ دیکھنا ہے کہ بعض معروف مغربی مفکرین امام البدنا اور ان کی تحریک کو کس نظر سے دیکھتے ہیں۔ ممکنہ اختصار کے ساتھ، ہم صرف چند اشارات کی شکل میں اس موضوع سے بحث کریں گے۔

مغربی مفکرین بالعموم ۲۰ ویں صدی کی اسلامی تحریکات کو روایت پرست، رجعت پسند، بنیاد پرست عسکریت پسند، ہلوکیت کی پشت پناہ اور اس سے ملتے جلتے متفاہ القاب سے یاد کرتے ہیں۔ عموماً یہ بات بھی کہی جاتی ہے کہ یہ تحریکات ایک تصوراتی اسلام (Utopia) کی طرف دعوت دیتی ہیں، جب کہ زمینی حقائق کو نظر انداز کر جاتی ہیں۔ یہ ایک ایسے ماضی کی طرف پہنچنے کی دعوت دیتی ہیں جو تاریخ کے اور اق میں دفن ہو چکا ہے۔ ان پر یہ الزام بھی دھرا جاتا ہے کہ یہ اس بوسیدہ ڈھانچے کو کوہ کنی کرنے کے بعد ایک حیات نوبخشی کی خواہش میں گرفتار ہیں اور یہ تحریکات تاریخ کی رفتار اور تبدلیوں سے کوئی آگہی نہیں رکھتیں۔ ان مفروضات کو کلیدی تصور کرتے ہوئے یہ نتیجہ نکال لیا جاتا ہے کہ ان تحریکات کی پکار سے صرف وہ لوگ متاثر ہوتے ہیں جو متوسط طبقے کے تعلیم یافت، خیالات میں گم رہنے والے اور اپنے مروجہ معاشروں سے عدم اطمینان رکھنے والے افراد ہیں۔ اس قسم کے تصورات کی بنا پر اسلامی تحریکات کو بادیِ انتہر میں پاسانی بنیاد پرست اور قدامت پرست یاروایت پسند کا عنوان دے دیا گیا۔

بعض جدید مغربی مفکرین نے ایک قدم آگے بڑھ کر نہ صرف اصلاح اور تبدیلی کی قیادت کے جذبے سے سرشار ان اسلامی تحریکات کو، بلکہ خود اسلام کو امن عالم اور جدید مغربی لاد دینی سیاست و معيشت پر منی نظام کے لیے ایک خطرہ قرار دیتے ہوئے اسلام کے ساتھ کسی مکالے یا تبادلہ خیال کے امکان کو رد کرتے ہوئے تکرار اور وقت کے ذریعے زیر کرنے کی تلقین سے بھی گریز نہیں کیا۔ بعض مغربی بنیاد پرست مفکرین مغرب کی عسکری اور معاشری برتری سے سرشار نہ صرف اسلامی احیا کی تحریکات کو بلکہ خود اسلام کو راہ کی رکاوٹ سمجھتے ہوئے اپنا ہدف بنائیٹے۔ اس سلسلے میں معروف امریکی ماہر سیاست پروفیسر سیمویل پی ہن ٹنکشن کا صرف ایک جملہ مغرب کی مذہبی بلکہ

سیاسی و عسکری قیادت کے حالیہ ذہن کی عکاسی کرنے کے لیے کافی ہے۔ وہ کہتا ہے:

The underlying problem for the West is not Islamic Fundamentalism, it is Islam ,a different civilization whose people are convinced of the superiority of their culture and are obsessed with the Inferiority of their power.<sup>1</sup>

مغرب لے بنیادی مسئلہ اسلامی بنیاد پرستی نہیں، اسلام ہے۔ یہ ایک مختلف تہذیب ہے جس کے ماننے والے اپنی ثقافت کی برتری پر یقین رکھتے ہیں اور اقتدار سے محرومی کا احساس ان پر چھلایا ہوا ہے۔

انتہے واشگٹن الفاظ میں اسلام کو بجاے خود ایک خطہ قرار دینا علمی یوکھلا ہٹ اور ایک بنیاد پرست ذہن کی عکاسی کرتا ہے۔

ایک ہی تیر سے کئی شکار کرتے ہوئے ایک دوسرے مغربی مصنف جان لافن نے اسلامی تحریکات اصلاح کو ایک جانب مغرب کے لیے خطہ اور دوسرا جانب خود ان ممالک کے حکمرانوں اور حکمران طبقوں کے لیے سخت مہلک قرار دیا ہے۔ پھر ان کا موازنہ یورپ کی اشتراکی تحریک سے کرتے ہوئے یہ دعویٰ کیا ہے کہ: ان کے ہتھکندے بھی وہی ہیں جو اشتراکی تنظیمات کے ہوتے ہیں یعنی یہ پیشہ ور جنونی اور رُوایتی ترقی پسند ہیں جو ہر لمحہ حملہ کرنے کی تاک میں صبر و استقامت سے منتظر رہتے ہیں۔ اس کے اپنے الفاظ میں یہ بات یوں کہی گئی ہے:

" The third group of militant leader, the "traditional progressives", can for the West be the most dangerous of all, though short-term they are even more dangerous to the present political leaders of Arab regimes. Professional zealots , these men are more worldly wise than the ayatullahs . They know that their Islamic Ideal can be reached and held ---through political action.

1- Samuel P.Huntington , *The Clash of Civilization and the Remaking of World Order* , London ,Penguin Books,1997-p217

They use violence as a deliberate means to a desired end. Their strength is their group discipline and motivation. I have always been struck by the similarity of their organization with that of European Communists - the same emphasis on self contained cells the courier contact with other cells, the policy of working and watching while being ready to strike. The most obvious samples are the Muslim Brotherhood in Arab World and Jamaat-e-Islami in Pakistan.

جنگ جو قائدین کا تیراگروہ: روایت پسند ترقی پسند مغرب کے لیے سب سے زیادہ خطرناک ہو سکتا ہے، اگرچہ مختصر مدت میں وہ عرب حکومتوں کے موجودہ سیاسی قائدین کے لیے اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ یہ پیشہ و رانہ پسند آیت اللہ (ملاؤں) سے زیادہ دنیاوی سمجھ بوجھ رکھتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ ان کا اسلامی نصب اعین سیاسی عمل کے ذریعے حاصل کیا جاسکتا ہے اور قائم رکھا جاسکتا ہے۔ وہ مطلوبہ ہدف حاصل کرنے کے لیے شد کو سوچے سمجھے ذریعے کے طور پر اختیار کرتے ہیں۔ ان کی طاقت ان کا گروہی نظم و ضبط اور جذبہ ہے۔ مجھے ان کی اور یورپی کیونشوں کی تنظیمی ممائشت ہمیشہ غیر معمولی معنوں ہوئی: خود مکلفی چھوٹے چھوٹے گروہوں کی وہی اہمیت اور دوسرے گروہوں سے کوئی رکھنے کے ذریعے رابطہ، جملے کے لیے تیار رہتے ہوئے دیکھنے اور جائزہ لینے کی حکمت عملی۔ اس کی نمایاں مثال عرب دنیا میں اخوان المسلمون اور پاکستان میں جماعت اسلامی ہے۔

اگر اس بیان کا تجزیہ کیا جائے تو چار نکات ابھر کر سامنے آتے ہیں:  
 امام البدنا کی تحریک اشتراکی ماذل پر ایک شدت پسند عسکری جماعت تھی جو حملہ آور ہو کر ملکی نظام کو درہم برہم کرنے کے لیے ایک ایک لمحہ گن کر گزار رہی تھی۔ ثانیاً مغرب اور مغرب کی

2- John Laffin, *The Dagger of Islam*, New York, Bantim Book, 1981, P

جماعت کی بنابر جو حکمران مسلمان ممالک پر سلطنت ہیں، یہ ان کی دشمن تھی۔ ٹالٹ اس کا اصل ہدف کسی نہ کسی طرح اقتدار پر قبضہ کر کے اپنی من مانی اسلامی تعبیر کو دوسروں پر زبردستی نافذ کر دینا تھا اور ابعاً اس کی اصل قوت اس کے وہ کارکن تھے، جنہیں اشتراکی طرز کے کیون (commune) یا جمیتوں میں تربیت دے کر مدد ہی فدائی بنا دیا جاتا تھا جو جنون کی حد تک اطاعت امیر پر ایمان رکھتے تھے اور اس بنابر اس دور میں سب سے زیادہ مہلک خطرے اور اسلحے کی حیثیت رکھتے ہیں۔

خردمندی کے نام پر مذکورہ بالا قیاسات اور مفروضوں کی بنیاد پر کسی تحریک کا تصوراتی خاکہ بنالیتا کہاں تک درست ہے اور اس قسم کے جذباتی، غیر حقیقی، تھقابانہ اور رگ آسودہ بیانات معروضیت کی کسوٹی پر کہاں تک درست ثابت ہو سکتے ہیں؟ ان سوالات کا جواب بجاے انفرادی قیاس آرائی میں تلاش کرنے کے، خود ایک تحریک کے دستور اس کے زعما کی تحریرات اور اس کی اعلان کردہ حکمت عملی میں تلاش کیے جائیں تو شاید اسکی تحریکات کے ساتھ زیادہ انصاف کیا جاسکے۔ یہ بات دکھ اور افسوس کے ساتھ کہنی پڑتی ہے کہ مغرب کے اکثر مصنفوں اپنے طولانی دعوؤں کے باوجود بہت کم معروضیت پر عمل کرتے نظر آتے ہیں۔ ان کے اکثر مفروضات ثانوی ذرائع معلومات اور پہلے سے مرتب کردہ احساسات پر تعمیر ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود بعض ایسے مغربی مفکرین بھی ہیں جو ان تحریکات اصلاح اور ان کے قائدین کے حوالے سے راءے رکھنے میں جادہ اعتدال سے قریب تر ہنے کی کوشش کرتے ہیں۔

مثلاً معروف کتابوں میں حقیقت اور مکمل کے ادارہ تحقیقات اسلامی کے بانی، ڈاکٹر پروفیسر ولفرڈ کینٹ ول اسمعہ جنہوں نے کچھ عرصہ لاہور کے فور میں کرچن کالج اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں تدریس کے فرائض بھی انجام دیے، جو عربی اردو اور دیگر اسلامی زبانوں سے واقفیت رکھتے تھے، وہ اخوان المسلمون پر لگائے گئے ایک فکری الزام کی تدوید ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"To regard the Ikhwan as purely reactionary would , in our judgement be false. For there is at work in it also a praise worthy constructive endeavour to build a modern society on the basis of justice and humanity, as an extrapolation from the best Values that have been

experienced in the tradition from the past.<sup>۳</sup>

اخوان کو صرف رجعتی قرار دینا ہماری رائے میں غلط ہوگا۔ اس کے اندر عدل و انسانیت اور ماضی کی روایات سے تحریب کی بنیاد پر حاصل کردہ سنہری اقدار کی بنیاد پر ایک جدید معاشرے کے قیام کے لیے ایک قابل تعریف تعمیری کوشش بھی بروے کار ہے۔

اسمعہ کے اس معتدل بیان سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اخوان المسلمون، امام البنا اور اسی طرح سید مودودی کا دورہ حاضر میں ایک عادلانہ اسلامی سیاسی نظام اور معاشرے کے قیام کی کوشش کو رجعتی تحریک کہنا ان تحریکات کے ساتھ ظلم ہے۔ ایک جانب اس فکر کے حامل مغربی مفکر نظر آتے ہیں تو دوسری جانب ایسے مفکرین کی ایک بڑی تعداد ہے جو البنا اور ان کی تحریک کو بنیاد پرست قرار دینے پر اصرار کرتے ہیں۔

یہ بات کہ امام البنا علی گریت پسند جنگ جو تھے اور انہوں نے اپنی تحریک کو ایک تشدد پسند جماعت بنانا چاہا، یادہ ششیر بے نیام کے ذریعے نظام عدل و امن کو قائم کرنا چاہتے تھے، مغربی مصنفوں کا ایک پسندیدہ موضوع ہے اور امام البنا، اخوان المسلمون اور اسی رو میں جماعت اسلامی پاکستان اور دیگر دستوری اصلاحی اسلامی تحریکات کو لپیٹتے ہوئے یہ حضرات اکثر ان تحریکات کی جنگ جو یانہ صلاحیت پر اتنے مختلف بلکہ متفاہد زاویوں سے روشنی ڈالتے ہیں کہ ان تحریکات کے اصل خدوخال اردو گرد کے گرد آلود ماحول میں دھندا لاجاتے ہیں اور کبھی ابھر کر سامنے نہیں آنے پاتے۔

"This is the movement which , in one form or another, has been the most prominent-fundamentalist current in sunni Islam since its Incipion in 1928. He launched the Brotherhood as movement for education and reform of hearts and minds."<sup>۴</sup>

3- Wilfred Cantwell Smith *Islam in Modern History*, New York -Mentor Books-1957, P-161.

4- Sami Zubaida. "Islamic Fundamentalism in Egypt and Iran" in lionel Caplan, *Studies in Religious Fundamentalisms*, - London, The Macmillan press, 1987, P-34.

یہ تحریک ہے جو ایک یادوسری حیثیت میں ۱۹۲۸ء میں اپنے آغاز کے بعد سے تھی اسلام کی سب سے نمایاں بنیاد پرست لہر رہی ہے۔ انہوں [امام البناء] نے اخوان کو دل و دماغ کی اصلاح و تعلیم کے لیے تحریک کی حیثیت سے شروع کیا۔ امام البناء اور اخوان پر بنیاد پرست ہونے کا خیالی الزام اتنی بارہ ہرایا گیا ہے کہ غیر شوری طور پر بعض اخوانی بھی خود کو بنیاد پرست سمجھنے پر مجبور رکھائی دیتے ہیں۔

بنیاد پرستی کے الزام کے ساتھ ہی بار بار یہ بات بھی دہرائی جاتی ہے کہ امام البناء اور تحریک اخوان المسلمون گردش ایام کو پچھے کی طرف دھکیل کر انسانیت اور مسلم دنیا کو ایک ایسے دور کی طرف لے جانا چاہتی ہے جو ماضی کا ایک ورق بن چکا ہے اور جو ۲۱ویں صدی کی عینکا لوگی، مادی ترقی اور اور علوم میں نئی ایجادات سے کوئی مطابقت نہیں رکھتا۔ اس لیے یہ دعوت، ترقی کی جگہ علمی، فکری اور مادی زوال کی دعوت ہے اور اس بنا پر روش خیال دنیا کے لیے ایک شدید خطرے کی حیثیت رکھتی ہے

The Muslim Brothers world view was articulated in conservative Islamic terms calling for the restorating an ideal society of the distant past.<sup>5</sup>

اخوان المسلمون کا تصور جہاں (ورلڈ ویو) قدامت پسند اسلامی اصلاحات میں بیان کیا گیا تھا جس میں ماضی بعید کے مثالی معاشرے کو بحال کرنے کی دعوت دی گئی تھی۔ جن محققین نے براہ راست امام البناء کے خطبات اور تحریرات کا مطالعہ کیا ہے، وہ یہ مانتے پر مجبور ہوئے ہیں کہ گورمیانی دور میں اخوان کے بعض اقدامات عسکری نوعیت کے تھے، لیکن مجموعی طور پر نفوس کا تذکیرہ اصلاح ہی دعوت کا مرکزی کنٹرول ہا۔ چنانچہ ایک مفصل تجربیاتی تحریر میں پروفیسر جان ایل اسپوزیٹ نے اخوان کی دعوت کے اس پہلو کو اجاگر کیا ہے۔<sup>6</sup>

5- Joel Beinin "Islamic Response to The Capitalist Penetration" in Barbara Freyer Stowasser, *The Muslim Impulse*, Washington DC, Croom Helm, 1987, p-96

6- John L. Esposito "Trailblazers of the Islamic Resurgence" in Haddad, Voll'Esposito, Moore and Sawan, ed . *The Contemporary Islamic Revival*, New York, Green Wood Press 1991, p 39.

امام البدنا کی شخصیت کا ارتقا اور ان کا تصوف سے نہ صرف متاثر ہوتا بلکہ اس کو عملاً اس حد تک اختیار کرنا کہ ان کی تعلیمات اور نظام تربیت میں ایک بڑا حصہ قرآن کریم کی حلاوت، اذکار و اوراد اور قیام ایل کے ذریعے نعم کی اصلاح سے تعلق رکھتا ہے، ان کی شخصیت اور طرز عمل ہر زاویے سے ایک روحانی پیشوائے ملت ہو انظر آتا ہے۔ اس غالب پہلو کے باوجود ان کی دعوت کا ایک جزوی نکتہ جس سے وہ خود بہت زیادہ مطمئن نہ تھے، اور ان کی عسکریت ہی اکثر مغربی مفکرین کی توجہ کا مرکز نبی ہے۔

امام البدنا کی شخصیت اور جماعت اخوان المسلمون پر غیر مسلم محققین کی تحریرات میں نمایاں ترین اور اولین مصادر پر بنی ایک تحقیقی کتاب جس کا مصنف ایک عرصے تک مصر میں امریکی خفیہ ادارے کے رکن کی حیثیت سے تھیں رہا، ہمارا راست بات کا تذکرہ کرتا ہے کہ:

"The two continuous influences in history so far had been classical Islamic learning and emotional discipline of sufism."

تاریخ پر کلاسیکل اسلامی علوم اور تصوف کے جذباتی پہلوؤں کے اثرات مسلسل رہے۔  
امام البدنا کے رسائل مدلل طور پر ترکیہ نفس، ترکیہ خاندان اور ترکیہ معاشرہ پر متوجہ کرتے ہیں لیکن چونکہ سید ابوالاعلیٰ مودودی کی طرح امام البدنا کا پہلا دعویٰ نکتہ بھی یہی ہے کہ اسلام مکمل جامع اور عملیت پر بنی ایک نظام حیات ہے۔ اس لیے تصوف کے واضح اور غالب اثرات کے باوجود ان کی تحریک اور شخصیت کو سیاسی حوالے سے زیادہ نمایاں کیا جاتا رہا۔ بظاہر اس کا سبب مغربی اور مغرب زدہ اذہان کا نہ ہب، اور سیاست کو دوالگ خانوں میں تقسیم کرتا ہے، جس کے بعد نہ ہب، سے وابستہ کسی بھی فرد کے سیاسی عمل میں حصہ لینے کو اصول سے انحراف سمجھا جاتا ہے، جب کہ امام البدنا ہوں یا سید مودودی، دونوں کی دعوت کا مقصد روایتی مذہبیت اور روایتی روحانیت سے بغاوت کرتے ہوئے، ایک انقلابی فکر کے ذریعے علامہ محمد اقبال کی طرح، اسلامی فکر اور معاشرے کی تکمیل جدید کرنا تھا۔ مغربی نگارشات میں اس اختیار کردہ جدید (innovative) اور غیر روایتی

7- Richard P. Mitchell, *The Society of the Muslim Brothers*, Oxford University Press, London. 1969. p 30

طرز عمل کو بے شکار قدامت پرستی، اور روایت پرستی، کہنا دراصل اصطلاحات کو گذشتہ کر کے قارئین کی فکر کو پر اگنہ کرتا ہے۔ جس طرح امام ابن تیمیہ نے اپنے دور کی روایت پرستی کو رد کرتے ہوئے یہ اعلان کیا تھا کہ وہ نہ صرف مختلف تعبیرات فقہی کے صحابہ کرام کے اجماع کو بھی وہ مقام نہیں دے سکتے جو مقام اتباع قرآن و سنت کا ہے۔ چنانچہ انہوں نے فقہ کے تخلیقی عمل کو اجماع صحابہ کا پابند بھی کرتا پسند نہیں کیا۔ یہ طرز فکر ہر زاویہ نظر سے اقلابی اجتہادی تھا اور روایت پرستی کے رد پر بنی تھا، لیکن بہت سے حضرات نے اسے 'سلطنت' کا عنوان دے کر بزرگوں کی اطاعت کہنا شروع کر دیا۔ بالکل اسی طرح امام البنا نے سلف صالح سے پوری عقیدت کے باوجود دور جدید کے معاملات میں اجتہاد پر زور دیا۔ مولانا مودودی کا بھی جرم روایت پرست فقہا اور قدامت پسند صوفیا کے نزدیک ناقابل معافی فعل تھا کہ وہ معاشری، سیاسی، معاشرتی، ثقافتی اور قانونی معاملات میں براہ راست قرآن و سنت کی روشنی میں جدید حل حلاش کر کے ایک اسلامی ریاست اور معاشرے کی تکمیل چاہتے تھے۔

امام البنا اور سید مودودی کا حالات کا تجزیہ اور معاشرتی، معاشری، ثقافتی اور سیاسی مسائل کا قرآن و سنت کی روشنی میں حل حلاش کرنا نہ صرف روایت پرست فقہا اور قدامت پرست صوفیا بلکہ جدیدیت کے علم بردار مغربی مفکرین کے لیے بھی قابل قول نظر نہیں آتا۔ اسی لیے قرآن و سنت کی طرف رجوع کرنے کو، نامعلوم خدشات اور وجہ کی بنیاد پر یا کیک بنیاد پرستی کی دعوت کا عنوان دے دیا جاتا ہے:

"Thus Banna's reaction to the crisis milieu was to advocate a return to the basis of Islam the call to fundamentalism. Banna's da'wah was a direct descendent of earlier revival movements.<sup>۸</sup>

بھرائی حالات میں حسن البنا کا رد عمل اسلام کی اصل کی طرف رجوع کی وکالت تھا، یعنی بنیاد پرستی کی طرف دعوت۔ حسن البنا کی دعوت ماقبل احیائی تحریکوں کا راست و رشتنی۔

8- R.Harain Dekmejian, *Islam in Revolution Fundamentalism in the Arab World*, Syracuse University Press, London, 1985, P 80.

بنیاد پرستی اپنے اصطلاحی یورپی پس منظر میں مغربی لا دینی تہذیب کے لیے ایک خطرے کی حیثیت رکھتی ہے۔ بنیاد پرستی کی اصطلاح کا تعلق اسلام سے ہو یا عیسائیت سے، ہر جگہ میں یورپی ذہن اس کے ساتھ بناہ کرنے سے اپنے آپ کو قاصر پاتا ہے، جب کہ سادہ لوح مسلمان مفکرین بنیاد پرستی کے لفظی مفہوم یعنی دین کی بنیادی تعلیمات پر عمل کرنے کو اس کا صحیح مفہوم سمجھتے ہوئے یورپی ذہن کی اس نفیسیتی پیاری کا صحیح طور پر ادا کرنیں کرپاتے، بلکہ بعض اوقات فخر سے کہتے ہیں کہ ”الحمد للہ ارکان اسلام پر عمل کرتے ہیں اس لیے بنیاد پرست ہیں“۔ مفاسد کا یہ غلط اختلاط ایک بڑی فکری رکاوٹ ہے کہ مغرب کو ایسے تناخ اخذ کرنے پر آمادہ کر دیتا ہے جن کا حقیقت واقعہ سے کوئی تعلق نہیں پایا جاتا اور سادہ لوح مسلم مفکرین بھی مغربی فکر کی بعض فی اصطلاحات سے مکملہ، واقفیت نہ ہونے کے سبب اس مسئلے کو سمجھانے میں کوئی پیش رفت نہیں کرپاتے۔

امام البدنا جس تصوف کے قائل ہیں وہ قوم کو جگانے والا، تزکیہ نفوس کے ذریعے معاشرتی عدل قائم کرنے والا اور مظلوم کو ظلم سے نجات دلانے کے لیے جہاد پر آمادہ کرنے والا عمل ہے۔ اسی ہنار پران کے حلقو ہے ذکر قائم کرنے اور اخوان کو المأثورات کا اہتمام کرنے کی ہدایت کے باوجود ان کی جو تصویری شی مغربی مفکرین کرتے ہیں وہ نہ صرف مبالغہ آمیز بلکہ گمراہ کن حد تک غلط ہے۔ دو معروف تصنیفات ہماری رائے کی توثیق کرتی ہیں۔ ایک، اسحاق مویٰ الحسینی کی تصنیف، جو اخوان المسلمون کی تحریک پر سند کا درجہ رکھتی ہیں۔<sup>۹</sup> دوسرے، استاذ سعید حویلی کی تصنیف الاحوان المسلمين بھی اس پہلو پر مستند اور برہا راست معلومات فراہم کرتی ہے۔<sup>۱۰</sup>

بنیادی طور پر مغربی مصنفوں گھوم پھر کر جس پہلو کو اجاگر کرتے ہیں، اس کا تعلق یورپ کی تاریخ کے بعض اہم ادوار سے ہے۔ ان کے خیال میں یورپ کی معاشی، علمی، اور سیاسی ترقی واستحکام کا تعلق برہا راست مذہب کو پس پشت ڈال کر زندگی کے معاملات میں مادی اور نکنا لو جیکل ترقی کو رہنمایا نے سے ہے۔ اس لیے اسلامی تحریکات کا احیاء دین کی دعوت دینا ان اہل مغرب کے

9- Ishaq Musa al Hussain, *The Muslim Brothers*, Beirut, al-Bayan, 1956, P 4, 9,11,92,97,160,168.

10- Saeed Hawwa, *The Muslim Brothers* translated by Abdul Karim Shaikh'Delhi, Hindustan Publications, 1983.

نزو دیک تاریک ماضی کی طرف لوٹنے کے مترادف ہے اور اسی بنا پر وہ ان تحریکات کو بنیاد پرست قرار دیتے ہیں۔ امام البناء نے اپنے رسائل میں یہ بات وضاحت سے بیان کی ہے کہ ان کا تصور دین، روایتی مذہبیت اور روایتی روحانیت دونوں سے مختلف ہے۔ وہ سید مودودی کی طرح دین کی شامل و کامل تعریف کرتے ہیں اور مذہب کو محض عبادت اور رسومات تک محدود تصور نہیں کرتے۔

اس پہلو سے دیکھا جائے تو دونوں تحریکات میں غیر معمولی فکری قربت کے باوجود انتظامی اور حکمت عملی کے بعض امور میں جزوی اختلاف پایا جاتا ہے۔ جو چیز دونوں تحریکات کا امتیاز کہی جاسکتی ہے وہ دونوں کے قائدین میں غیر معمولی قوت کا اور شخصیت کی جاذبیت ہے، جس کی بنا پر البناء ہزارہ ارکان کے لیے ایک مرشد اور رہنماء کی حیثیت اختیار کر گئے۔ بعض مغربی مصنفوں بھی اس راز سے واقف نظر آتے ہیں اور بروطانوی مستشرق بشپ کی تھوڑی کر گیں اس طرف اشارہ کرتا ہے:

"The secret of its success lay in the force and dedication of its Ideas and in the extraordinary energy almost in its quality of al-Banna himself. He combined the meticulousness of a watch maker with the drives of a prophet."<sup>۱۱</sup>

اس کی کامیابی کا راز اس کے نظریات کی طاقت اور خلوص اور حسن البناء کی طرح کی غیر معمولی توانائی تھا۔ ان میں ایک گھری سازگاری اور ایک بنی اور ایک نبی کی قائدانہ قوتوں کا امتحان تھا۔

اگر غور کیا جائے تو ان وصفات سے متصف شخص کو جنگ جویا شدت پسند کہنا ایک منطقی تضاد ہی کہا جاسکتا ہے۔ لیکن امام البناء کی دعوت و شخصیت سے واقفیت کے باوجود تان آکر ٹوٹی اسی بات پر ہے کہ البناء درج دید میں پائی جانے والی تشدد پسند تحریک کے محرك تھے۔ امام البناء کا معاشرتی اصلاح کا تصور خود بعض مغربی مستشرقین کی زبان میں کچھ یوں نظر آتا ہے کہ امام البناء کی دعوت کا پہلا نکتہ یہ تھا کہ قرآن کی جدید تعبیر کی ضرورت ہے اور سائنسی حقائق کے علم کے ساتھ قرآن کے

11-Kenneth Cragg, *Counsels in Contemporary Islam*, Edinburgh Edinbrough University Press, 1965, P 113.

مفہوم کو بیان کیا جانا چاہیے۔ ثانیاً، مغربی سامراج سے نجات کی خواہش کا یہ مطلب نہیں کہ مغربی ایجادات اور تحقیقات سے استفادہ نہ کیا جائے۔ ثالثاً، سرمایہ دارانہ اور اشتراکیت پر مبنی معاشری نظام سے نکل کر ایک سرمایہ کار (enterpreneur) کو حق ہونا چاہیے کہ وہ وسائل تک دسترس حاصل کرے اور معاشری میدان میں اپنا کرواردا کر سکے۔ رابعًا، امت کے اندر مسلکی اختلافات سے بلند ہو کر صرف قرآن و سنت کی بنیاد پر یک جھنی کا قیام عمل میں لایا جائے، خاصاً، اسلامی معاشرے کو خود فیل بناتا تاکہ وہ فطری انداز میں ترقی کر لے۔ سادساً، قوی افق پر اعتقاد اور قوی صفات کا پیدا کرنا، تاکہ سامراجی دور کے منفی اثرات سے نجات حاصل کی جاسکے۔<sup>۱۳</sup>

البنا کی دعوت کو سمجھنے اور اتنے اچھے انداز میں بیان کرنے کے بعد بھی اگر بھی مغربی مصنفین یہ نتیجہ نکال بیٹھیں کہ البنا ایک جنگ جو، تعدد پسند رہنا تھے تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ

خود کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خود

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

یعنی مستشرقین نے البنا کی شخصیت کے حوالے سے ایسے الفاظ استعمال کیے ہیں جو تعریفی بھی ہیں اور ان کی منانی تعبیر بھی کی جاسکتی ہے، مثال کے طور پر:

"Hassan al-Banna, more than any individual, can be considered the atvair of the twentieth Century Sunni revivalism. He was the unique embodiment of the Sufi spiritualist, Islamic scholar and activist leader who possessed a rare ability to evoke masses., support by translating doctrinal complexities into social action."<sup>۱۴</sup>

کسی بھی فرد سے زیادہ، حسن البنا کو ۲۰ویں صدی کے سئی اسلام کے احیا کا روح رواں قرار دیا جاسکتا ہے۔ وہ صوفی روحانی شیخ، مفکر اسلام، اور سرگرم قائد کا مفروض اظہارتھے

12-Kenneth Cragg, p، مدرج بالحوالہ 144-117

13-R.Hrain Dekmejian , *Islamic Revolution, Fundamentalism in the Arab World*, Syracuse, 1969. p.80-81.

جو عوام کو ابھارنے اور عقیدے کی پیچیدگیوں کو عوامی اقدامات میں تبدیل کرنے کا شاذ ملکہ رکھتے تھے۔

امام البناء کی ان قائدانہ روحانی صفات کی بنا پر اسی مصنف کا یہ تبصرہ ہے کہ مشہور مغربی ماہر نفیات ارکسن (Ereckson) نے ایک متاثر کرنے والے قائد کی جو صفات بتائی ہیں وہ سب امام البناء میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔

امام البناء نے جس تدریجی حکمت عملی سے اپنی دعوت کا آغاز کیا اور ایک وسیع تر حلقو کو براو راست مخاطب کیا، وہ انبیا کے طریقِ دعوت کے میں مطابق نظر آتا ہے۔ البناء نہ صرف عوام الناس، وکلا، انجینئروں، اطباء، تاجر ووں بلکہ خود فرمان رواؤں کو عوامی خطوط کے ذریعے اپنی جماعت میں شمولیت کی دعوت دی بلکہ ایک مرحلے میں فوج کے نوجوان افسران میں دعوت کی مقبولیت اس حد تک پہنچی کہ ۱۹۵۲ء میں فوجی انقلاب میں اخوان کی حیثیت ایک شریک کار کی قرار پائی۔

اگر قابلی نقٹہ نظر سے دیکھا جائے تو یہ حکمت عملی سید مودودی کی تجویز کردہ حکمت عملی سے کچھ مختلف نظر آتی ہے۔ سید مودودی ایک نظریاتی جماعت اور بر سر اقتدار گروہ میں ایک فاسٹے کے قائل نظر آتے ہیں اور وقت کی قید سے آزاد ہو کر ایک طویل فریم و رک میں فرد، خاندان، معاشرے اور ریاست میں تبدیلی و اصلاح کے حوالے سے بے انہما پر امید نظر آتے ہیں، جب کہ، حسن البناء نے اس اصولی موقف کے ساتھ زمینی خالق کو اہمیت دیتے ہوئے تبدیلی قیادت کے عمل کے جلد واقع ہونے کے لیے بعض مفہومیتی اقدامات کو اختیار کرنے میں کوئی لکھ محسوس نہیں کیا۔

اس کے باوجود رچڈ پیچکل کا خیال ہے کہ، اگرچہ البناء نے اسلامی معاشرے کے ساتھ اسلامی ریاست کے قیام پر یکساں زور دیا، لیکن وہ اسلامی ریاست سے کیا مراد یلتے تھے، اس میں قائم حکومت کس قسم کا ہوگا، اس کے اندر وہی اور بیرونی تعلقات کس نوعیت کے ہوں گے؟ کیا مغربی سیکولر جمہوریت کے بعض عناصر جوں کے توں اسلامی ریاست میں شامل کر لیے جائیں گے؟ غرض اس نوعیت کے سوالات جو تفصیل طلب ہیں، ان کے بارے میں امام البناء نے کسی متعین رائے کا اظہار نہیں کیا۔ اس کے مقابلے میں سید مودودی نے اسلامی ریاست کے حوالے سے ایک

جامع اصولی اور عملی نقشہ مرتب کیا، اور دستوری اور انتظامی حیثیت سے جو تبدیلیاں لانی ضروری تھیں ان پر قلم اٹھایا۔<sup>۱۵</sup>

حسن البتا کو حالات کا پورا علم تھا اور اپنی قوت کا اندازہ بھی تھا۔ اس بنا پر انہوں نے حالات کو تبدیل کرنے میں جلد بازی کی جگہ ایسی حکمت عملی اختیار کرتا چاہی جو دورس ننانج پیدا کر سکے۔ اس میں وہ کہاں تک کامیاب ہو سکے یہ ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے۔ لیکن یہ بات شواہد کی بنا پر کمی جاسکتی ہے کہ یہ ترجیحی حکمت عملی ایک وسیع تر وقت کے فریم و رک سے وابستہ تھی۔<sup>۱۶</sup>

محل کی اس رائے سے ہمیں واضح اختلاف ہے کہ چونکہ بعض سیاسی مسائل پر امام البتا کی رائے متعین نہ تھی یہ قیاس کر لیا جائے کہ اسلامی معاشرت اور ریاست کے بارے میں امام البتا کے ذہن میں کوئی نفعہ کارہی نہ تھا۔ امام البتا اپنے دور میں حالات کا تجزیہ کرنے کے بعد ایک اصلاحی تحریک کو لے کر اٹھے، جسے مسلم امت کی سیاسی اور معاشری زبوبوں حالی کا پورا اور اک تھا۔ اس مناسبت سے علیٰ طقوں میں اسلام کے سیاسی نظام کے حوالے سے علی عبد الرازق کی کتاب نظام الحكم فی الاسلام جس میں انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ قرآن و سنت سے کسی واضح اسلامی ریاست کا نقشہ نہیں بن سکتا، زیر بحث تھی، جب کہ خرید رضا نے خلافت کے عنوان پر ایک عالمانہ کتاب لکھ کر یہ سمجھنا چاہا کہ کس طرح تاریخ کے حوالے سے اسلامی ریاست کا وجود ممکن ہے۔ اس لیے شیرین ہنر کا یہ خیال یا لیری پوشن کا یہ سمجھنا کہ امام البتا کے سامنے معاشرے اور ریاست کے حوالے سے کوئی واضح منصوبہ بندی اور نظام کا نقشہ موجود نہ تھا<sup>۱۷</sup> ایک گمراہ کن تصور نظر آتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ امام البتا نے اسلامی ریاست کے عنوان سے کوئی کتاب نہ لکھی ہو، لیکن ان کی دعوت کا بنیادی ہدف معاشرے کے ساتھ ساتھ ریاست کی اصلاح اور

۱۵۔ ملاحظہ ہو اسلامی ریاست از سید ابوالاعلیٰ مودودی، مرتب: پروفیسر خرید احمد، اسلامک جلی کشہ، لاہور

15-Shirin Hunter , ed . *The Politics of Islamic Revivalism*, Indiana University Press1988, p 29-30.

16-Lary Posten, *Islamic Da'wah in the West :Muslim Missionary Activities, and Dynamics of Conversion to Islam*, Oxford University Press, 1992, p 69.